

نبی اکرم کے اقوال و افعال کے چار اسماء معروف ہیں

خبر، اثر، سنت حدیث جمہور محدثین کے نزدیک یہ چاروں نام تقریباً مترادف ہیں البتہ بعض محدثین اس میں کچھ فرق کرتے ہیں جس کی تفصیل اصول حدیث کی کتابوں میں ہیں

علماء اصول فقہ ان چاروں ناموں میں کچھ فرق کرتے ہیں علماء اصول فقہ کے نزدیک حدیث نام ہے حضور کے اقوال افعال اور تقریرات کا

تقریر کا معنی ہے اثبات

السکوت فی محل بیان بیان

عام علماء اصول فقہ کے نزدیک اثر اور خبر بھی مرادف حدیث ہیں مگر بعض فقہاء فرق کرتے ہیں اور صرف حدیث موقوف پر اثر کا اطلاق کرتے ہیں جبکہ خبر کا اطلاق حدیث مرفوع و موقوف دونوں پر کرتے ہیں، یہ طریقہ صاحب ہدایہ اور صاحب بدائع کا ہے جیسا جب کہا جاتا ہے کہ کذا فی الحدیث تو حدیث مرفوع ہوتی ہے اور جب کسی صحابی کا قول ہو تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کذا فی الاثر، جبکہ سنت عام ہے کہ نبی کے افعال واقوال و تقریرات کو بھی شامل ہے اور صحابہ کے بھی

سنت کا ایک اور معنی بھی ہے کہ سنت ایک قسم ہے شریعت کے احکام خمسہ یا ستہ میں سے

فقہاء لکھتے ہیں کہ احکام شریعت پانچ ہیں جو یہ ہیں فرض سنت مباح مکروہ اور حرام

سنت شامل ہے نوافل کو بھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ ایک چھٹی قسم بھی بتلاتے ہیں جس کا نام واجب ہے جس کا درجہ فرض سے کم اور سنت سے زیادہ ہے۔ دیگر ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں

ان اقسام ستہ میں سے ایک کا نام سنت ہے جو کہ فرض اور واجب کے مقابل ہے۔

ماخذ اور اصل کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں

حدیث مرفوع

حدیث موقوف

حدیث مقطوع

مرفوع جس میں نبی علیہ السلام کے قول و فعل کا ذکر ہو

موقوف جس میں صحابی کا قول و فعل مذکور ہو

مقطوع جس میں تابعی کا قول و فعل ذکر ہو

حدیث مرفوع بالاتفاق مسائل شرعیہ میں حجت و دلیل ہے اور واجب اتباع ہے

حدیث موقوف بھی حجت ہے بشرطیکہ اس مسئلہ میں مرفوع حدیث موجود نہ ہو

مقطوع حجت نہیں ہے، اگر قرآن و سنت کی مؤند ہو تو بہتر ورنہ مستقل حجت و دلیل نہیں ہے، ہاں موجب اطمینان و تسکین ضرور ہے۔

حدیث کی تقسیم باعتبار عدد رواۃ

دو طرح ہے ایک علماء اصول فقہ والوں کی ہے اور ایک محدثین کی ہے

علماء اصول فقہ کے نزدیک حدیث کی تین تقسیم ہیں، متواتر، مشہور اور واحد، وجہ حصر یہ ہے کہ اگر حدیث کے رواۃ ہر زمانے میں اتنے زیادہ ہوں کہ عقل ان کے کذب پر جمع ہونے کو محال سمجھے تو یہ متواتر ہے اور اگر اتنے زیادہ نہ ہوں تاہم صحابہ کے علاوہ کسی طبقہ میں تین سے کم نہ ہوں تو خبر مشہور ہے اور اگر کسی طبقہ میں تین سے کم ہوں یعنی دو یا ایک تو یہ خبر واحد ہے جسے خبر احاد بھی کہتے ہیں

متواتر سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے نیز متواتر میں راویوں کی کوئی تعداد متعین نہیں بلکہ عقل کے سپرد ہے بعض علماء کے نزدیک متواتر میں کم از کم چار بعض نے دس، بارہ، بیس چالیس اور بعض نے ستر تک کی تعداد لکھی ہے مگر جمہور کے نزدیک کوئی تعداد نہیں

تقسیم ثانی

محدثین کے نزدیک حدیث کی تقسیم ثنائی ہے خبر متواتر اور خبر احاد

وجہ حصر یہ ہے کہ حدیث کو روایت کرنے والی جماعت ہر زمانے اور طبقے میں اتنی بڑی ہو کہ عقلاً ان کا اجتماع علی الکذب محال ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ خبر احاد ہے احاد نام ہے راوی کا ایک ہونا ضروری نہیں خبر احاد مفید ظن ہے عند الاکثر جبکہ خبر متواتر مفید علم یقین ہے متواتر احادیث بہت قلیل ہیں

پھر خبر واحد کی تین تقسیم ہے

خبر مشہور

خبر عزیز

خبر غریب

اگر روایت کرنے والی جماعت اتنی بڑی نہ ہو مگر کسی طبقے اور زمانے میں راوی تین سے کم نا ہوں تو یہ خبر مشہور ہے، اگر کسی طبقے میں یا تمام طبقات میں دو ہوں تو عزیز ہے یا کسی یا تمام طبقات میں راوی ایک ہوں تو وہ حدیث غریب ہے

پس محدثین کے نزدیک خبر مشہور خبر واحد کی قسم ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک خبر مشہور مقابل ہے واحد کی

ان کا حکم

متواتر پر اعتقاد اور عمل کرنا دونوں واجب ہے اور اس کا رد اور انکار کفر ہے، خبر متواتر کے ذریعے کتاب اللہ کے کسی حکم پر زیادتی اور اس کو منسوخ کرنا بھی جائز ہے مشہور پر عمل تو واجب ہے مگر اعتقاد واجب نہیں، نیز خبر مشہور کے ذریعے کتاب اللہ کے کسی حکم پر زیادتی تو جائز ہے مگر کسی حکم کو منسوخ کرنا جائز نہیں۔ جبکہ خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز نہیں اور عمل کے واجب ہونے پر بھی علماء کا اختلاف ہے۔

کبھی کبھی نصوص میں تعارض آتا ہے ایسے موقع پر دفع تعارض کے چار موقع ہیں جمع تطبیق، نسخ، ترجیح، توقف

اب ہم اپنی کتاب تحریر میں لکھتے ہیں کہ عند الشوافع اس کی ترتیب یوں ہے اول جمع و تطبیق تا کہ دونوں پر عمل ممکن ہو جبکہ دونوں پر جمع ممکن ہو جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو نسخ پر عمل کیا جائیگا بشرطیکہ مقدم اور مؤخر کا علم ہو تو مقدم کو منسوخ قرار دیکر چھوڑ دیا جائیگا اور مؤخر کو نسخ قرار دیکر اس پر عمل کیا جائیگا، نسخ احکام میں جاری ہوتا ہے ناکہ اخبار محض میں، کیونکہ اخبار میں نسخ کی صورت میں کذب یا جہل لازم آئیگا جس کی نسبت شارع کی طرف صحیح نہیں اگر نسخ پر عمل بھی ممکن نہ ہو تو ترجیح پر عمل کیا جائیگا یعنی ایک کو راجح قرار دیکر اس پر عمل کیا جائیگا اور دوسری کو مجروح قرار دیکر چھوڑ دیا جائیگا۔ وجہ ترجیح علماء نے دس سے زائد بیان کی ہیں بعض بیس سے بھی زائد بتاتے ہیں اور اگر ترجیح پر بھی عمل ممکن نہ ہو تو چوتھا طریقہ توقف کا ہے یعنی دونوں نصوص پر کسی پر عمل نہیں کیا جائیگا اور دیگر ادلہ کی طرف ہم چلے جائیں گے یہ شافعی طریقہ ہے دوسرا احناف کا طریقہ ہے

عند الاحناف اولاً نسخ پھر ترجیح، تطبیق پھر توقف توقف کا معنی یہ ہے کہ دونوں آیتیں یا دونوں حدیثیں ساقط یا متروک ہوجائیں گی اور ان سے نچلے درجے کی آیت کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ مثال کے طور پر دو آیتوں میں تعارض آئے اور تینوں طریقوں میں سے کسی پر بھی عمل ممکن نہ ہو تو پھر حدیث کی طرف جائیں گے اور اگر احادیث میں تعارض آئے تو اس سے نچلے درجے کی حدیث یعنی قول صحابی یا قیاس کی کی طرف رجوع کیا جائیگا

سوال: قیاس اور قول صحابی میں کس کو ترجیح دی جائیگی جمہور احناف کے نزدیک قول صحابی کو قیاس پر ترجیح دی جائیگی حدیث مرفوع اور قیاس میں تعارض آجائے تو کسے ترجیح دی جائیگی جمہور ائمہ کے نزدیک مرفوع حدیث کو ترجیح دی جائیگا قیاس پر، یہی مذہب ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اوع دیگر تینوں اماموں کا بھی

حدیث مرفوع کا مقام نہایت بلند ہے قیاس تو صرف رائے کا نام ہے اور رائے پر صرف اس وقت عمل کیا جائیگا جب حدیث موجود نہ ہو امام صاحب تو ضعیف حدیث کے آنے پر بھی قیاس کو ترک فرمادیتے ہیں ان کا قول ہے ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الراس و العین، نیز ان کا قول ہے اذا جاء الحديث مخالفا لراي فاضربوا رايي عل الجدار ان کا ایک اور قول اذا جاء حديث صحيح فهو مذهبي۔

امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں مگر یہ درست نہیں ان کے نزدیک حدیث مرفوع مقدم ہے

عیسیٰ ابن حبان کی طرف منسوب قول ہے کہ اگر حدیث کا راوی فقیہ ہو تو حدیث کو ترجیح ہوگی قیاس پر اور اگر حدیث کا راوی غیر فقیہ ہو تو قیاس کو ترجیح دی جائیگی۔ ان کا یہ قول باطل و مردود ہے افسوس کہ بعض متاخرین احناف نے ان کے قول کو ترجیح دی جیسا صاحب اصول شاشی اور صاحب نورالانوار جن کم ہم مقلد نہیں ہیں بلکہ امام صاحب کے مقلد ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ بھی اس قول کو مردود کہتے ہیں ابن ہمام نے بھی اسے شیطانی قول قرار دیا ہے اور یہ بڑی غلط فہمی کا باعث ہے۔

تمام محققین کے نزدیک حدیث قیاس پر مقدم ہے۔